# معاصر مسائل میں سے عدالتی خلع کی شرعی حیثیت، تجزیاتی مطالعہ

## Disclosing the Contemporary issues: An Analytical Exploration of the Shariah Status in Judicial Khula

**Inam Uddin**
*M.Phil Scholar Ripha International University Islamabad*
*Email: inamuddinturabi@gmail.com*
**Shamsher Ali**
*Ph.D Scholar Islamic Studies,*
*Qurtuba University of Science and Information Technology Peshawar*
**Dr. Syed Toqeer Abbas**
*SST Govt High School Lakhodair Lahore Cantt*
*Email: toqeerlakhodair@gmail.com*

**Abstract**
The fundamental of Islamic system is to strengthen and stabilize the family system. This is the reason why Islam has given an extra ordinary importance to this relation and advised the spouse to behave with love and compassion with each other, because marital system is the beginning of the family system. If the unity of the family is strong and reliable then the coming generations will be strong and enduring. This is the reason why Allah Almighty called husband and wife clothing for each other, wife is for husband and husband is for wife.

But if there is an any rift or turmoil in marital life and the situation get as worse as that there is no way out to mend this relationship anymore, then Islam allowed/permitted Khula or Divorce in spite of its notoriety. If the wife disobedient and rebellious towards her husband, then the husband have the right to separate from the wife by giving divorce. And if the husband is cruel and abusiveness towards the wife and he is unable give basic rights and basic needs to the wife, then the wife has the legal right to live separately, while returning all the marital gifts to the husband, and that is called Khula. But if the Khula is demanded by wife and the husband is not agreed to give Khula, and the wife has no desire to live anymore with husband, in such situations mostly the wife has to go to court and get the certificate of Khula. In Pakistani courts, such decisions are always illegal in all three jurists except Imam Malik because according to them, the wife cannot get out of the marriage contract through "khula" unless the consent of the husband is involved. Be However, in the case of Imam Malik and some contemporary scholars, the court is not bound to obtain the consent of the husband in this case.

In this study we analyzed the consent of the husband in Khula while taking into account the concept of Holy Qur'an, the traditions of Holy Prophet PBUH and the opinions and decisions of the companions.

**Keywords**: Family system, judicial Khula, Husband willingness's arguments, Court

## تمہید:

اسلام دنیا کا واحد مذہب ہے جو مکمل، عالمگیر اور اعتدال پر مبنی ہے۔ جس میں تمام مسائل کا حل، ہر سوال کا جواب اور زندگی کے ہر معاملے میں مکمل رہنمائی اور اعتدال نظر آتا ہے۔ اسلام امن و آشتی اور صلح و سلامتی کا دین ہے۔ لفظِ اسلام سے "سلامتی" اور ایمان سے "امن" جھلک رہا ہے۔ اسلام ہمیشہ آپس میں اُنس و محبت، غمگساری اور ہمدردی کے ساتھ رہنے کا درس دیتا ہے یہاں تک کہ جانوروں کے ساتھ بھی نرمی اور عدمِ تشدد اسلام کا مطمحِ نظر ہے۔ یہی اُنس و محبت، ہمدردی اور اعتدال باقی رشتوں کی میاں بیوی کے رشتے میں بھی مطلوب و مقصود ہے۔

اسلام سے پہلے دورِ جاہلیت میں عورت انتہائی مظلوم و محکوم تھی۔ ایک دفعہ جس ظالم و حشی سے شادی ہو جاتی پھر اس درندے کے ساتھ ناچاہتے ہوئے بھی اسے ساری زندگی گھٹ گھٹ کر گزارنی پڑتی تھی مرد اگر چاہتا تو اپنی مرضی سے طلاق دے سکتا تھا لیکن عورت کو بوقتِ ضرورت بھی علیحدگی کا کوئی حق حاصل نہ تھا جبکہ اسلام نے عورت پر احسان کرتے ہوئے مرد کی طرح اسے بھی اس رشتے میں مکمل اختیارات سے نوازا ہے تاکہ عورت بھی بحالتِ مجبوری اس رشتے کو ختم کر سکے اور دورِ جاہلیت کی طرح اسلام میں بھی ظلم کی تصویر نہ بنے۔

اگر عورت کسی بھی وجہ سے مرد سے خلع (نکاح سے آزادی) چاہتی ہے اور شوہر اپنا دیا ہوا مہر واپس لے کر خلع پر راضی ہو جائے تو عورت آزاد ہو جائے گی لیکن اگر بیوی کی طرف سے خلع کے مطالبے کے باوجود شوہر خلع پر راضی نہ ہو اور بیوی کسی بھی صورت اس مرد کے ساتھ رہنے پر آمادہ نہ ہو تو اس صورت میں اگر عورت عدالت کی طرف رجوع کرتی ہے تو کیا عدالت شوہر کی موجودگی میں خلع کا فیصلہ سنا کر عورت کو مرد سے آزاد کرا سکتی ہے؟ یا شوہر کی رضامندی کے بغیر عدالت بھی عورت کی طرح بے بس ہے؟ عدالت کے کیا اختیارات ہیں؟ خیر القرون میں کیا ہوا؟ خلفائے راشدین نے اس مسئلے میں امت کی کیا رہنمائی کی ہیں؟ چاروں ائمہ کے علاوہ دورِ جدید کے فقہا کی کیا رائے ہے؟۔

اس مقالے میں ان سوالات کے جوابات، ائمہ اربعہ کے نقطہ ہائے نظر، ان کے دلائل اور پھر ان دلائل کا تجزیہ کر کے "عدالتی خلع کی شرعی حیثیت" بیان کی جارہی ہے۔

## خلع کی لغوی تعریف:

خلع عربی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی ابن منظورِ افریقی نے لسان العرب میں یوں بیان کی ہے:

خلع کا لغوی معنی "اتارنا اور الگ کرنا ہے" جب عورت فدیہ ادا کرے اور شوہر اسے اپنے سے الگ کردے تو اس جدائی کو خلع کہا جاتا ہے اس لئے کہ اللہ تعالی نے میاں بیوی کو ایک دوسرے کے لئے لباس بنایا ہے اور خلع کے ذریعے میاں بیوی اپنے یہ معنوی لباس اتار دیتے ہیں۔

خلع امرأته وخالعها إذا افتدت منه بمالها فطلقها وأبانها من نفسه، وسمي ذلك الفراق خلعا لأن الله تعالى جعل النساء لباسا للرجال، والرجال لباسا لهن، فقال: هن لباس لكم وأنتم لباس لهن فقد بانت منه وخلع كل واحد منهما لباس صاحبه۔[1]

اسی طرح قرآن میں بھی لفظ "خُلع" اتارنے کے معنی میں مستعمل ہے اللہ تعالی کوہِ طور پر حضرت موسیٰؑ سے ارشاد فرماتے ہیں:

فاخلع نعلیک[2] اپنے جوتے اتار دیجئے!۔

علامہ ابن جوزی خلع کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"میاں بیوی کے اس جدائی کو خلع کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالی نے دونوں کو ایک دوسرے کے لئے لباس قرار دیا ہے اور اس جدائی کی وجہ سے میاں بیوی اپنے اس معنوی لباس کو اتار دیتے ہیں"۔

الْخلْع إِنَّمَا سمي الْفِرَاق خلعا لِأَن الله تَعَالَى قَالَ {هن لِبَاس لكم وَأَنْتُم لِبَاس لَهُنَّ} فَإِذا خَالعهَا فقد خلع كل وَاحِد مِنْهُمَا لِبَاس صَاحبه.[3]

## خلع کی اصطلاحی تعریف:

چاروں مشہور فقہ: فقہ حنفی، شافعی، حنبلی اور مالکی کے فقہاء اور مجتہدین نے خلع کی جو اصطلاحی اور شرعی تعریفیں کی ہیں انہیں یہاں ذکر کی جا رہی ہے

### فقہ حنفی:

بحر الرائق میں ابنِ نُجیم الحنفی خلع کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"لفظِ خلع یا اس کے ہم معنی کسی اور لفظ سے نکاح کی ملکیت کو ختم کرنے کا نام خلع ہے جو کہ عورت کی قبول کرنے پر موقوف ہے"

" هو إزالة ملك النكاح المتوقفة على قبولها بلفظ الخلع أو ما في معناه"[4]

فقہ حنفی کے ایک اور نامی گرامی فقیہ شمس الائمہ سرخسیؒ خلع کے حوالے سے لکھتے ہیں:

خلع ایک معاہدہ ہے جو دوسرے تمام معاہدوں کی طرح باہمی رضامندی پر مبنی ہے۔

لِأَنه عَقد يَعتمِدَ التَرَاضِي كَسائِر الْعُقود[5]

فقہاء احناف کے نزدیک خُلع میں شوہر کی رضامندی ضروری ہوتی ہے کیونکہ خلع بھی ایک عقد ہے، جس طرح باقی عقود میں جانبین کی رضامندی ضروری ہے اسی طرح خُلع میں بھی شوہر کی رضامندی ضروری ہے۔

## فقہ شافعی:

امام شافعی رحمہ اللہ اپنی کتاب "الاُم" میں خلع کے حوالے سے رقمطراز ہیں:

خلع ایک طلاق ہے اور یہ ان الفاظ سے واقع ہوتی ہے جس سے طلاق واقع ہوتا ہے، اس میں نیت کی بھی ضرورت نہیں ہوتی ہاں بدل اور عوض اس میں ضروری ہے۔

الخلع طلاق فلا يقع إلا بما يقع به الطلاق فإذا قال لها إن أعطيتني كذا وكذا فأنت طالق أو قد فارقتك أو سرحتك وقع الطلاق، ثم لم أحتج إلى النية[6]

مشہور شافعی امام، امام نوویؒ شرح المھذب میں خلع کے حوالے سے رقمطراز ہیں:

اگر کوئی عورت اپنے شوہر سے اس کی بدصورتی کی وجہ سے نفرت کرے اور اسے ڈر ہو کہ وہ اس کا حق ادا نہیں کرے گی تو عورت کے لیے جائز ہے کہ وہ اس سے معاوضہ کے بدلے جدائی اختیار کرلے۔

إذا كرهت المرأة زوجها لقبح منظر، أو سوء عشرة وخافت أن لا تؤدى حقه، جاز أن تخالعه على عوض([7])

## فقہ حنبلی:

مشہور حنبلی فقیہ علامہ زرکشی خلع کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"عورت جب شوہر کو ناپسند کرے اور اسے اس چیز سے منع کرے جس سے منع کرنے میں اس [عورت کے] گناہ میں واقع ہونے کا خطرہ ہو تو اسے فدیہ دے کر اپنے آپ کو اس [شوہر سے] چھڑانے میں کو حرج نہیں۔"

والمرأة إذا كانت مبغضة للرجل، وتكره أن تمنعه ما تكون عاصية بمنعه فلا بأس أن تفتدي نفسها منه[8]

منصور بن یونس البھوتی الحنبلی خلع کے حوالے سے رقمطراز ہیں:

خلع شوہر کا اپنی بیوی سے مخصوص الفاظ کے ساتھ عوض کے بدلے [چاہے عوض عورت کی طرف سے ہو یا کسی اور کی طرف سے] الگ ہونا ہے۔

هوَ فراق الزوْجِ امْرَأته بِعوض يَأخذه الزوج مِنْ امرَأَتِه أوْ غيْرِهَا بألفَاظ مَخْصوصة([9])

## فقہ مالکی:

پاکستانی عدالتیں فقہ مالکی کے مطابق فیصلہ سناتی ہیں اور فتویٰ بھی اسی پر ہے۔ فقہ مالکی کے مطابق زوجین کے باہمی اختلاف کی صورت میں قاضی ایک دو رکنی مصالحتی کمیٹی قائم کرے گا جس میں سے ایک حَکم مرد کے خاندان سے جبکہ

دوسرا عورت کے خاندان سے ہوگا(والحكمان لا يكونان إلا من أهل الرجل والمرأة)اور دونوں حکمین نیک اور شرعی احکامات سے باخبر ہونگیں(ويكونان من أهل العدالة وحسن النظر والبصر بالفقه)۔یہ دونوں حکمین مصالحت کی کوشش کرینگے اگر مصالحت کی کوئی صورت نکل آئی توٹھیک ورنہ دونوں حکمین میاں بیوی میں تفریق کرائیں گے اس طرح کے مرد کا رشتہ دار حکم طلاق دے اور عورت کا رشتہ دار حکم مہر معاف کرے یا جو معاوضہ مناسب سمجھے اس کی ادائیگی عورت کے لئے لازمی قرار دے اور یوں تفریق واقع ہوجائے گی۔[10]

فقہائے مالکیہ کے نزدیک خلع میں شوہر کی رضامندی ضروری نہیں ہے بلکہ سارا اختیار حکمین کے پاس ہیں۔اگر وہ مناسب سمجھیں تو صلح کرائیں ورنہ اگر تفریق ضروری ہو تو اسی پر فیصلہ کرینگے۔

چاروں مذاہب میں خلع ایک جائز اور مشروع عمل ہے جس طرح عقدِ نکاح ختم کرنے کا اختیار شریعت نے مرد کو دی ہے اسی طرح عورت بھی بوقتِ ضرورت اس عقد کو خلع کے ذریعے پایہ تکمیل تک پہنچا سکتی ہے۔

احناف فقہاء کے نزدیک خلع چونکہ ایک عقد ہے جس میں ایک فریق فدیہ جبکہ دوسرا آزادی دیتا ہے اور عقد چونکہ جانبین کی رضامندی پر موقوف ہوتا ہے اس لئے خلع میں بھی میاں بیوی کی رضامندی شرط ہوگی:نہ شوہر کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ بیوی کو خلع پر مجبور کرے اور نہ ہی بیوی کے لئے مناسب ہے کہ وہ بزورِ عدالت میاں سے خلع حاصل کرے۔ کوئی فریق دوسرے کو فدیہ یا طلاق دینے پر مجبور نہیں کر سکتا۔فقہائے حناف کی بات یہاں تو سمجھ میں آجاتی ہے لیکن جب شوہر خلع پر راضی نہ ہو اور واقعی عورت کی نباہ اس کے ساتھ مشکل ہو رہا ہو اور فقہاء احناف کے مشورے کے مطابق شوہر کو طلاق یا خلع پر راضی کرنے کی کوشش بھی ناکام ہوگئی ہو تو اب یہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ فقہاء احناف کی یہ تصریحات ان حالات کے لئے ہیں جن میں شوہر خلع پر راضی ہو اور جب شوہر بیوی کو تنگ کرنے یا کسی اور غرض سے خلع دینے سے منکر ہو تو پھر یہ ایک خاص صورتِ حال ہوگی اور اس صورتِ حال کو سمجھنے کے لئے خیر القرون کی طرف جا کر دیکھنا ہوگا کہ وہاں ان جیسے مقدمات کا فیصلہ آپ ﷺ اور ان کے اصحاب رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین نے کس طرح کیا ہے۔

اس سے پہلے پاکستان میں عدالتی خُلع کے پسِ منظر کے حوالے سے چند سطریں سپردِ قلم کر رہا ہون تا کہ زیرِ بحث مسئلہ سمجھنے میں مزید آسانی ہو:

## پاکستان میں قانونِ خُلع کا پسِ منظر:

پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے سے پہلے برِ صغیر پاک و ہند کی عدالتوں میں ان ہی مذاہب کی روشنی میں خلع کے فیصلے کئے جاتے تھے جن میں شوہر کی رضامندی کے بغیر عدالت یک طرفہ فیصلوں سے اجتناب کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔

اس سلسلے میں "عمری بی بنام محمد دین" اور "سعیدہ خانم بنام محمد مسیح" کے دو مقدمات شہرت کے حامل ہیں: 'عمری بی بنامِ محمد دین' کے مقدمے میں جسٹس عبد الرحمان اور جسٹس ہارنس دونوں نے اتفاقی فیصلہ دیا تھا کہ عدالتی خلع کے کیس میں خاوند کی رضامندی کے بغیر صرف بیوی خود کی اپیل سے عدالت کے ذریعے خلع حاصل نہیں کر سکتی۔[11]

اسی طرح 'سعیدہ خانم بنامِ محمد مسیح' کے مقدمے میں جسٹس۔اے۔ آر۔ کارلینس، جسٹس محمد جان اور جسٹس خورشید زمان نے سابقہ مقدمے کی طرح فیصلہ دیا تھا کہ شوہر کی رضامندی کے بغیر خلع نہیں ہو سکتا۔ محض اختلافِ مزاج، ناپسندیدگی اور نفرت کی بناء پر عدالت فسخِ نکاح نہیں کر سکتی۔[12]

1959ء میں لاہور ہائی کورٹ کے جسٹس شبیر احمد، جسٹس۔بی۔ زیڈ۔ کیکاؤس اور جسٹس مسعود احمد نے "بلقیس فاطمہ بنام نجم الاکرام" کیس میں ماضی کے مقابلے مین نیا اور ایک منفرد فیصلہ سناتے ہوئے کہا کہ: اگر عدالت تحقیق کے ذریعے اس نتیجہ تک پہنچ جائے کہ زوجین اس رشتے میں رہتے ہوئے حدود اللہ کو قائم نہیں رکھ سکیں گے تو عدالت شوہر کی رضامندی کے بغیر خلع کرا سکتی ہے۔[13]

پھر سنہ 1967ء میں سپریم کورٹ کے معزز جج صاحبان جسٹس۔ایس۔اے۔ رحمان، جسٹس فضل اکبر، جسٹس حمود الرحمان، جسٹس محمد یعقوب علی اور جسٹس۔ایس۔اے۔ محمود صاحبان نے بھی خورشید بیگم بنامِ محمد دین کے مقدمے میں اسی نقطہ نظر کو اختیار کیا ہے۔[14]

## قانونِ خلع میں ترمیم (2002)

1967 سے عدالتوں مین مقدماتِ خلع بھی عام کیسز کی طرح سستی روی کا شکار تھے جس کا منفی اثر ان خواتین پر پڑتا تھا جو اس طرح کے مسائل میں کورٹ کچہری کے چکر کاٹتی تھیں۔ اکتوبر 2002 میں عائلی عدالتوں کے قانون میں ترمیم کی گئی: ترمیم کا خلاصہ یہ ہے کہ اب مقدماتِ خلع کی سماعت عام مقدموں کی طرح نہیں ہوگی بلکہ سماعت سے پہلے فریقین کو مصالحت کا موقع دیا جائے گا، اگر مصالحت کامیاب ہوئی تو ٹھیک ورنہ عدالت عورت کے حق میں خلع کا فیصلہ سنائے گی اس میں شوہر کی رضامندی کا خیال نہیں رکھا جائے گا اور عورت حق مہر شوہر کو واپس کرنے کی پابند ہوگی لیکن اگر شوہر کی طرف سے تاحال مہر ادا نہ کی گئی ہو تو عورت کو اس سے دستبردار ہونا پڑے گا۔[15]

اس ترمیم کے بعد اب اس طرح کے مقدمات میں نہ صرف یہ کہ عدالت کا قیمتی ٹائم ضائع نہیں ہوتا بلکہ فریقین بھی پریشانی، کورٹ کچہری کے چکر اور خواری سے سے بچ جاتے ہیں۔

## خلع عہدِ رسالت میں:

عدالتی خلع یا خلع میں شوہر کی رضامندی کے حوالے سے علماء کرام میں جو اختلاف پایا جاتا ہے اس کی بنیاد وہ مختلف

واقعات اور احادیث ہیں جو دورِ نبوی ﷺ اور پھر عہدِ خلفاء راشدین میں پیش آئیں ہیں۔

ان واقعات میں سب سے مشہور واقعات ان دو خواتین صحابیات کی ہیں جنہوں نے مختلف اوقات میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر خلع کا مطالبہ کیا تھا۔ یہ دونوں خواتین جمیلةؓ اور حبیبةؓ بنتِ سهل الانصاریه ہیں۔

یہ دونوں صحابیات حضرت ثابتؓ بن قیس بن شماس الانصاریہ کی بیویاں تھیں۔ ان میں حضرت جمیلہ بنت عبد اللہ بن اُبی بن سلول کو اپنے میاں حضرت ثابتؓ بن قیس کی شکل وصورت پسند نہیں تھی اس لئے وہ دربارِ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئی: چنانچہ

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ ثابت بن قیس کی بیوی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یارسول اللہ میں ثابت بن قیس کی اخلاق اور دینداری میں عیب نہیں نکالتی بلکہ مجھے مسلمان ہو کر شوہر کی نافرمانی پسند نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم مہر میں ثابت بن قیس کا دیا ہوا باغ واپس کرنے کو تیار ہو؟ اس نے کہا جی ہاں! آپ ﷺ نے ثابت بن قیسؓ سے فرمایا: باغ لے لو اور اسے طلاق دو،،

عن ابن عباس، أن امرأة ثابت بن قيس أتت النبي صلى الله عليه وسلم، فقالت: يا رسول الله، ثابت بن قيس، ما أعتب عليه في خُلق ولا دين، ولكني أكره الكفر في الإسلام، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أتردين عليه حديقته؟ قالت: نعم، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: اقبل الحديقة وطلقها تطليقة[16]

ابن جریر طبریؒ نے ان کی شکایت ان الفاظ میں نقل کی ہے:

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے حضرت عبد اللہ ابن اُبی ابن سلول کی بہن حضرت جمیلہؓ آپ ﷺ کے پاس آئی (بعض نے زینب بنتِ عبد اللہ بن اُبی کہا ہے مگر مشہور یہی ہے کہ ان کا نام جمیلہ ہے اور وہ عبد اللہ بن اُبی کی بیٹی نہیں بہن تھیں۔۔۔ بحوالہ حقوق الزوجین از مولانا مودودیؒ صفحہ 63) اور کہا: یارسول اللہ میرے اور اس کے سر کو کوئی چیز کبھی جمع نہیں کر سکتی، میں نے اپنا گھونگٹ جب اٹھایا تو وہ چند آدمیوں کے ساتھ آرہا تھا میں نے دیکھا کہ وہ ان سب سے زیادہ کالا اور سب سے زیادہ پست قد اور سب سے زیادہ بد شکل تھا، اس کے شوہر نے کہا یارسول اللہ میں نے اسے اپنا قیمتی مال یعنی باغ دیا ہے۔ اگر یہ مجھے میرا دیا ہوا باغ واپس کرے۔ آپ ﷺ نے خاتون سے پوچھا تمہارا کیا خیال ہے؟ اس نے کہا ٹھیک ہے میں مہر واپس کرنے کو تیار ہوں

كان ابن عباس يقول: إن أول خلع كان في الإسلام، أخت عبد الله بن أبي، أنها أتت رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت: يا رسول الله لا يجمع رأسي ورأسه شيء أبدا! إني رفعت جانب الخباء، فرأيته أقبل في عدة، فإذا هو أشدهم سوادا، وأقصرهم قامة، وأقبحهم وجها! قال زوجها: يا رسول الله، إني أعطيتها أفضل مالي! حديقة، فإن ردت على حديقتي! قال:"ما تقولين؟ " قالت: نعم"[17]

ثابت بن قیسؓ کی دوسری بیوی حضرت حبیبہ بنتِ سہلؓ تھیں۔ ان کے بارے میں مختلف واقعات مذکور ہیں چنانچہ سنن ابی داوود کی روایت ہے:

"عمرۃ بنت عبد الرحمن بن سعد بن زرارۃ، حضرت حبیبہؓ بنت سہل جو کہ ثابتؓ بن قیس کی بیوی تھیں کے بارے بیان کرتی ہے کہ: ایک دن آنحضرت ﷺ صبح نماز کے لئے نکلے تو آپ ﷺ نے حضرت حبیبہؓ کو دروازے کے نزدیک پایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم کون ہو؟ تو انہوں نے عرض کیا میں حبیبہؓ بنت سہل ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا ہوا ہے کس وجہ سے آئی ہو؟ حضرت حبیبہؓ نے کہا کہ میرے اور میرے شوہر ثابت بن قیس کے درمیان نباہ نہیں رہتا۔ جب ثابت بن قیس آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: حبیبہ بنت سہل جو بولنا چاہتی تھی بول دیا۔ یہ سن کر حبیبہ بولی یارسول اللہ ﷺ اس نے جو کچھ مجھے دیا ہے وہ میرے پاس موجود ہے آپ ﷺ نے ثابت بن قیس سے فرمایا: یہ لے لو۔ یعنی تم ان سے اپنا دیا ہوا حق مہ واپس لے لو۔ چناچہ حضرت ثابت بن قیس نے آپ ﷺ کے فرمانے کے مطابق وہ چیز ان سے واپس لے لی اور حضرت حبیبہؓ اپنے گھر والوں میں بیٹھ گئیں یعنی خلع لیکر شوہر کے گھر سے چلی گئیں۔

عن عمرة بنت عبد الرحمن بن سعد بن زرارة، أنها أخبرته، عن حبيبة بنت سهل الأنصارية أنها كانت تحت ثابت بن قيس بن شماس، وأن رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج إلى الصبح فوجد حبيبة بنت سهل عند بابه في الغلس، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «من هذه؟»، فقالت: أنا حبيبة بنت سهل، قال: «ما شأنك؟»، قالت: لا أنا ولا ثابت بن قيس لزوجها، فلما جاء ثابت بن قيس، قال له رسول الله صلى الله عليه وسلم: هذه حبيبة بنت سهل، وذكرت ما شاء الله أن تذكر، وقالت حبيبة: يا رسول الله، كل ما أعطاني عندي، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لثابت بن قيس: خذ منها، فأخذ منها، وجلست هي في أهلها[18]

ابن جریر طبریؒ نے حضرت عائشہؓ کی ایک روایت حضرت حبیبہ بنتِ سہل کے بارے میں نقل کیا ہے:

"حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حبیبہ بنت سہل جو ثابت بن قیس کی نکاح میں تھی شوہر نے اسے مارا اور اس کی کلائی توڑ دی، وہ آپ ﷺ کے پاس شکایت لیکر آئی، آپ ﷺ نے اس کے شوہر کو بلایا اور اس سے فرمایا: اس سے مہر لیکر اسے جدا کرو!"

عن عائشة: أن حبيبة بنت سهل كانت تحت ثابت بن قيس بن شماس، فضربها فكسر نغضها، فأتت رسول الله صلى الله عليه وسلم بعد الصبح، فاشتكته، فدعا رسول الله ثابتا، فقال: خذ بعض مالها وفارقها[19]

مسندِ احمد کی ایک روایت سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت جمیلہؓ کی طرح حضرت حبیبہؓ بھی اپنے شوہر حضرت ثابت بن قیسؓ کو ناپسند کرتی تھی: چنانچہ روایت ہے:

سہل بن ابی حثمہؓ سے روایت ہے کہ حبیبہؓ بنت سہل' ثابت بن قیسؓ بن شماس انصاری کے نکاح میں تھیں اور وہ انہیں پسند نہیں کرتی تھیں، حضرت ثابتؓ اچھی شکل وصورت کے مالک نہیں تھے۔ ایک دن وہ نبی ﷺ کے پاس حاضر ہوئیں اور فرمایا: یارسول اللہ! اگر مجھے اللہ کا خوف نہ ہوتا تو میں اس کے منہ پر تھوک دیتی۔ نبی ﷺ نے پوچھا: کیا تم اس کا باغ لوٹانے کے لئے تیار ہو جو اس نے تمہیں مہر میں دیا تھا؟ اس نے کہا جی ہاں، نبی ﷺ نے حضرت ثابت کو بلایا، حبیبہؓ نے اس کا باغ واپس کر دیا اور رسول ﷺ نے ان کے درمیان تفریق کرادی"

عن عمه سهل بن أبي حثمة، قال: كانت حبيبة ابنة سهل تحت ثابت بن قيس بن شماس الأنصاري فكرهته، وكان رجلا دميما، فجاءت إلى النبي صلى الله عليه وسلم فقالت: يا رسول الله، إني لا أراه فلولا مخافة الله عز وجل لبزقت في وجهه، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أتردين عليه حديقته التي أصدقك؟ قالت: نعم، فأرسل إليه فردت عليه حديقته، وفرق بينهم[20]

یہ دونوں خواتین حضرت ثابت بن قیسؓ کی بیویاں ہیں دونوں نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر ناپسندیدگی یا مارپیٹ کی وجہ سے خلع کا مطالبہ کیا ہے اور آپ ﷺ نے دونوں کی اپیل پر ان کے شوہر کو بلا کر انہیں مہر واپس لوٹا کر ان خواتین کو ان کے نکاح سے آزاد کرایا ہے۔

ان واقعات سے ایک تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ عدالت کی طرف رجوع کرنا کوئی نئی بات نہیں ہے۔ گھریلو ناچاقیوں کی وجہ سے عدالت کی طرف رجوع کرنے کی نظیر خیر القرون میں بھی ملتی ہے۔ اور دوسری بات ان واقعات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے خلع میں شوہر کی رضامندی کو اتنی اہمیت نہیں دی بلکہ ان کو بلا کر انہیں ان کا دیا ہوا مہر واپس لوٹایا اور بیویوں کو ان سے الگ کروایا۔ اس میں ان سے رائے نہیں لی گئی۔ اس بات پر دلالت وہ تمام 'فعل امر کے صیغے' کرتے ہیں جو آپ علیہ السلام نے ثابت بن قیسؓ کو مخاطب کر کے استعمال فرمائے۔ مثلاً: خذ بعض مالها وفارقها، خذ منها، اقبل الحديقة وطلقها تطليقة

اور اصولِ فقہ کا قاعدہ ہے: اصول الشاشی میں صحیح مذہب یہ بیان کیا گیا ہے کہ امر وجوب پر دلالت کرتا ہے کیونکہ امر وجوب کے معنی میں حقیقی ہے اور باقی معنوں میں مجازی۔ جب تک کوئی قرینہ ایسا نہ ہو جو امر کے مجازی معنی میں استعمال کے متقاضی ہو تب تک امر اپنے حقیقی معنی میں مستعمل ہو گا۔ اوپر احادیث میں امر اپنے حقیقی معنی میں مستعمل ہے۔ یعنی آپ ﷺ نے حکم دیا ہے جس پر عمل لازم تھا تو ثابت بن قیسؓ نے اس پر بغیر سوال کئے عمل کیا۔

والصحيح من المذهب إن موجبه الوجوب إلا إذا قام الدليل على خلافه۔[21]

اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت ثابت بن قیسؓ کو اس کا دیا ہوا مہر واپس لوٹا کر بیوی کو طلاق دینے کا حکم دیا ہے۔ حکم کی صورت میں حضرت ثابتؓ کے لئے اس پر عمل کرنے کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا۔ اگر یہ مشورہ

ہوتا تو حضرت ثابتؓ ضرور سوال کرتے، آپؐ کا بلا چوں وچرا آپ علیہ السلام کی بات پر عمل کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ عدالتی خلع میں شوہر کی رضامندی ضروری نہیں ہوتی بلکہ عدالت اور قاضی کو اختیار ہے وہ اگر ضروری سمجھے تو میاں بیوی کے درمیان تفریق کراسکتے ہیں۔

## خلع عہدِ خلفائے راشدین میں:

ایک بیوی جب اپنے شوہر سے خلع کا مطالبہ کرتی ہے تو ظاہر ہے اس کی کچھ مجبوریاں ہوں گی جن کی وجہ سے اسے اتنا بڑا اور سخت فیصلہ لینا پڑا ہے۔ اب اگر عورت کے مطالبہ خلع کے باوجود اسے اس حق سے محروم رکھا جائے تو آگے کی زندگی میں اس کے لئے حدود اللہ کا خیال رکھنا مشکل ہو جائے گا۔ شوہر کی فرمان برداری عورت کے لئے مشکل ہی نہیں ناممکن ہو جائے گی۔ اسی لئے عورت اگر خلع کا مطالبہ کرے تو اس کی بات مان لینی چاہیئے۔

عورت کے مطالبہ خلع کے بارے حضرت عمرؓ کا ایک قول ہے:

جب خواتین خلع کا ارادہ کریں تو انہیں انکار نہ کرو، بلکہ خلع کے ذریعے انہیں الگ کرو

قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ إِذَا أَرَادَ النِّسَاءُ الْخُلْعَ فَلَا تُكَفِّرُوهُنَّ[22]

خلع کے مقدمات دورِ نبوی ﷺ کی طرح خلفائے راشدین کے دور میں بھی پیش آئیں ہیں:

### دورِ فاروقِ اعظمؓ:

عمرِ فاروقؓ کی عدالت میں ایک عورت خلع کا مطالبہ لے کر آئی۔ عمرِ فاروقؓ نے اسے سمجھانے کی خاطر اسے ایک گندے کمرے میں تین دن کے لئے بند کر دیا۔ تین دن کے بعد جب خلیفہ وقت نے عورت سے ان گزرے ہوئے تین دنوں کے بارے میں پوچھا تو اس عورت نے کہا: میری زندگی میں اس سے اچھے اور سکون والے دن پہلے نہیں گزرے۔ عمرِ فاروق نے اس کے شوہر کو بلا کر فرمایا: اس کے ساتھ خلع کرلو اگرچہ بدلِ خلع صرف کان کی بالیاں ہی ہو۔

وروى أن امرأة نشزت على زوجها فرفعت إلى عمر رضى الله عنه، فأباتها في بيت الزبل ثلاث ليال ثم دعاها فقال: كيف وجدت مبيتك؟ قالت: ما بت منذ كنت عنده أقر لعيني منهن. فقال لزوجها: اخلعها ولو بقرطها[23]

حضرت عمرِ فاروقؓ کا عورت کو تین دن گندے کمرے میں بند کرنا دراصل معاملے کی مکمل تحقیق، تہہ تک رسائی اور چھان بین کی طرف اشارہ ہے۔ تین دن بعد جب حضرت عمرؓ کو پتہ چلا کہ اس عورت کی زندگی واقعی اس شوہر کے ساتھ مشکل ہے تو آپؓ نے ان کے درمیان تفریق کر دی۔

اسی لئے جب عدالت تحقیق کے ذریعے اس نتیجے تک پہنچے کہ اب اس رشتے کو مزید جاری رکھنا بیوی کے لئے کسی عذاب سے کم نہیں ہوگا تو پھر عدالت عورت کے حق میں خلع کی ڈگری جاری کرسکتی ہے اس میں شوہر کی رضامندی ضروری نہیں ہوگی۔ حضرت عمرؓ کے فیصلے سے یہ بھی پتہ چلتاہے کہ اس فیصلے میں شوہر کے رضامندی شامل نہیں تھی کیونکہ آپؓ نے شوہر سے پوچھاتک نہیں اور خلع کا حکم دے دیا۔

## دورِ عثمان غنیؓ:

ربیع بنت معوذ بن عفراء نے اپنے شوہر سے اپنی تمام املاک کے معاوضہ میں خلع حاصل کرناچاہا، شوہر نہیں مانا۔ حضرت عثمانؓ کے سامنے مقدمہ پیش ہوا۔ حضرت عثمانؓ نے شوہر کو حکم دیا: اس کی چوٹی کاموباف تک لے لے اور اس کو خلع دے دے۔

فاجازه وامره جاخذعقاس رأسها فمادونه[24]۔ یہاں بھی شوہر سے پوچھے بغیر ذوالنورینؓ نے خلع کا حکم دیاہے۔

## دورِ علیؓ:

امام بیہقیؒ سنن کبریٰ میں علامہ ابن سیرینؒ کی روایت سے نقل کرتے ہیں: کہ حضرت علیؓ کے دور میں ایک شوہر اور بیوی اپنے اپنے لوگوں کے ساتھ حضرت علیؓ کے پاس آئے۔ حضرت علیؓ کے حکم سے دونوں میاں بیوی کے خاندان میں سے ایک ایک حکم مقرر کیا گیا۔ حضرت علیؓ نے دونوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: تم کو اپنی ذمہ داری معلوم ہے؟ تمہاری ذمے داری یہ ہے کہ مناسب سمجھو تو دونوں کو ملادو اور اگر علیحدگی مناسب ہو تو علیحدگی کرادو۔ عورت نے کہامیں اللہ کی کتاب پر راضی ہوں چاہے اس کا فیصلہ میرے حق میں ہو یا میرے خلاف۔ اور شوہر نے کہا جہاں تک علاحدگی کی بات ہے تو میں اس کے لئے تیار نہیں ہوں (أما الفرقة فلا) حضرت علیؓ نے فرمایا: تم نے جھوٹ کہا تم بھی جب تک اس عورت کی طرح اقرار نہ کرلو یہاں سے جانہیں سکتے۔

قال: جاء رجل وامرأة إلى علي رضي الله عنه ومع كل واحد منهما فئام من الناس فأمرهم علي رضي الله عنه فبعثوا حكما من أهله وحكما من أهلها ثم قال للحكمين: " تدريان ما عليكما عليكما إن رأيتما أن تجمعا أن تجمعا، وإن رأيتما أن تفرقا أن تفرقا " , قالت المرأة: رضيت بكتاب الله بما علي فيه ولي , وقال الرجل: أما الفرقة فلا، فقال علي رضي الله عنه: " كذبت والله حتى تقر بمثل ما أقرت به [25]

اس مقدمے میں حضرت علی کا حکمین سے کہنا کہ کیا تم اپنی ذمہ داری سے واقف ہو؟ تمہاری ذمہ داری یہ ہے کہ اگر تم چاہو تو ان کے درمیان علاحدگی کرادو! یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حکمین بحیثیتِ حکم تفریق کا اختیار رکھتے ہیں اور یہ ان کی ذمہ داری ہے اور اگر حکمین کے پاس اختیار نہ ہوتا ان کی حیثیت محض وکیل کی ہوتی جیسا کہ علمائے احناف کی رائے ہے تو حضرت علیؓ حکمین سے یوں ارشاد فرماتے: کیا تمہیں پتہ ہے تم کس بات کی وکیل بنائے گئے ہو؟ (هل تدريانِ

لماذا وكّلتما)۔جب قاضی کے مقرر کردہ حکمین کے پاس تفریق کا اختیار ہے تو ان کے مقرر کرنے والے قاضی کے پاس بدرجہ اولی یہ اختیارات ہونے چاہیے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر خلع میں شوہر کی رضامندی ضروری ہوتی تو حضرت علیؓ اس شوہر کو آمادہ کرنے کے لئے اس سے سفارش اور منت سماجت کرتے یوں دھمکی اور دباؤ نہ ڈالتے۔

## خلع اور تنسیخ میں فرق:

ہماری عدالتوں میں خلع اور فسخِ نکاح میں فرق نہیں کیاجاتا حالانکہ شریعت نے ان کے درمیان فرق کو واضح کردیا ہے۔ان میں درجہ ذیل فرق ہیں:

۱۔ تنسیخِ نکاح کے لئے کچھ خاص قسم کے اسباب ہیں(جن کا ذکر اس صفحے کے آخر میں آرہا ہے) جن کا ہونا ضروری ہیں تب جاکر عدالت نکاح فسخ کرسکتی ہے جبکہ خلع کے لئے مخصوص اسباب کا ہونا ضروری نہیں ہے۔

۲۔ خلع میں جمہور علماء کے نزدیک شوہر کی رضامندی ضروری ہوتی ہے جبکہ تنسیخِ نکاح میں شوہر کی رضامندی ضروری نہیں ہے۔

۳۔ اسی طرح عدالتی خلع میں قاضی کے اختیارات کے حوالے سے علماء کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے جبکہ عدالتی تنسیخِ نکاح میں قاضی سب کے نزدیک فسخِ نکاح میں اختیار مند ہے۔

پانچ عیوب ایسے ہیں جن کے ہوتے ہوئے تمام علماء کے نزدیک قاضی کو تنسیخِ نکاح کا اختیار ہے۔اس حوالے سے مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد تقی عثمانی صاحب نے مندرجہ ذیل اسباب کا ذکر کیا ہے۔:

- ایک اس وقت جب شوہر پاگل ہوگیا ہو
- دوسرا جب وہ نان نفقہ ادا نہ کرتا ہو
- تیسرا جب شوہر نامرد ہو
- چھوتا جب شوہر بالکل لاپتہ ہوگیا ہو
- پانچواں جب غائب غیر مفقود کی صورت ہو[26]

## 1. شوہر کی رضامندی کے دلائل کا تجزیہ:

## آیتِ خلع:

فإن خفتم ألا يقيما حدود الله فلا جناح عليهما فيما افتدت به[27] (اگر تمھیں اس بات کا اندیشہ ہو کہ وہ دونوں اللہ کے حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو ان دونوں کے لئے اس میں کوئی گناہ نہیں ہے کہ عورت مالی معاوضہ

دے کر علاحدگی حاصل کرے)

قرآن کریم میں خلع کے حوالے سے یہ بنیادی اور واحد آیت ہے جس میں مسئلہ خلع بیان کیا گیا ہے۔ عدالتی خلع میں جو حضرات (احناف) شوہر کی رضامندی کے قائل ہیں وہ اسی آیت سے استدلال کرتے ہیں اور جن (مالکیہ) کے نزدیک عدالتی خلع میں شوہر کی رضامندی کی کوئی خاص حیثیت نہیں ہے وہ بھی اسی آیت سے استدلال کرتے ہیں۔ لہٰذا اس مسئلے میں یہ انتہائی اہم اور قابلِ فہم آیت ہے۔

احناف سورۃ البقرۃ کی اسی آیتِ خلع کے تین مقامات سے استدلال کر کے اپنا مدعا ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں:

(1) **إِلَّا أَن يَخافا أَلَّا يقِيمَا حدود الله** (مگر یہ کہ ان دونوں میاں بیوی کو احتمال ہو کہ وہ دونوں اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھیں گے)

(2) **فيما افتدت به** (اس مال میں جو عورت بطور فدیہ دے)

(3) **فلا جناح عليهما** (تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں)

(4) اسی طرح یہ حضرات اپنے مدعا کے ثبوت میں دوسری دلیل حضرت ثابتؓ بن قیس بن شمّاس کی حدیث کو پیش کرتے ہیں۔

## دلائل کی وضاحت:

## (دلیلِ اوّل)

**إِلَّا أَن يَخافا أَلَّا يقِيمَا حدود الله** (مگر یہ کہ ان دونوں میاں بیوی کو احتمال ہو کہ وہ دونوں اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھیں گے)

خلع میں شوہر کی رضامندی کو ضروری سمجھنے والے حضرات آیت کے اس حصے سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ: یہاں اس آیتِ خلع میں کہیں بھی عورت کا ذکر اکیلے نہیں ہوا بلکہ ہر جگہ تثنیہ کا صیغہ استعمال کر کے مرد اور عورت دونوں کو برابر ذکر کیا ہے: (**إِلَّا أَن يَخافا**) الا یہ کہ میاں بیوی دونوں کو اندیشہ ہو۔ (**أَلَّا يقِيمَا**) وہ دونوں قائم نہ کر سکیں گے اللہ کے حدود کو۔ (**فَلاجُناح عليهِما**) ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں۔

ان تینوں امثلہ بلکہ پوری آیت میں کہیں سے بھی یہ معلوم نہیں ہوتا کہ جس طرح طلاق صرف مرد کا حق ہے اسی طرح خلع صرف عورت کا حق ہے اس میں مرد کی رضا شامل نہیں ہے۔ لہٰذا دونوں کی رضامندی کے بغیر خلع کا فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔

## جوابِ دلیل:

جس آیت سے یہ استدلال کیا گیاہے اس کے متصل بعد ذکر ہے: فإن خفتم ألا يقيما حدود الله فلا جناح عليهما فيما افتدت به (اگر تمہیں اس بات کا اندیشہ ہو کہ وہ دونوں اللہ کے حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو ان دونوں کے لئے اس میں کوئی گناہ نہیں ہے کہ عورت مالی معاوضہ دے کر علاحدگی حاصل کرے)

اس آیت میں فإن خِفتُم (اگر تمہیں خوف ہو) میں خطاب کس سے ہے؟ کس سے کہاجارہاہے کہ اگر تمہیں خوف ہوتو۔۔۔۔۔۔ عورت مال کے بدلے خلع لے سکتی ہے۔۔۔؟

مولانا مودودیؒ اس بارے میں لکھتے ہیں: "اس آیت میں خود زوجین کا ذکر غائب کے صیغوں میں کیا گیاہے لہٰذا لفظِ خِفتُم (اگر تم کو خوف ہو) کے مخاطب وہ نہیں ہوسکتے۔اب لامحالہ یہ ماننا پڑے گا کہ اس کے مخاطب مسلمانوں کے اولوالامر ہیں۔[28]

ابنِ جوزیؒ اپنی تفسیر زادالمسیر میں اس آیت کی تشریح میں امامِ قتادہؒ کا حوالہ نقل کر کے لکھتے ہیں:

کہ امام قتادہ کے نزدیک خِفتُم میں خطاب حکمرانوں سے ہے:

قال قتادة: هو خطاب للولاة[29]

امام قرطبیؒ اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

(فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيما (اگر تمہیں خوف ہو کہ وہ دونوں حدوداللہ کو قائم نہ کرسکیں گے) میں خطاب حکام اور اُن درمیان کے لوگوں کو ہے جو ایسے معاملات حل کرتے ہیں اگرچہ وہ حاکم نہ ہوں۔یعنی وہ لوگ جو حاکم کی غیر موجودگی میں اس کی جگہ فیصلے کرتے ہیں۔

قَوْلُهُ تَعَالَى: (فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيما) وَالْمُخَاطَبَةُ لِلْحُكَّامِ وَالْمُتَوَسِّطِينَ لِمِثْلِ هَذَا الْأَمْرِ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ حَاكِمًا[30]

لہٰذا خِفتُم کی تشریح سے معلوم ہوتاہے کہ خلع کے مسئلے کو زوجین اگر گھر میں حل نہ کرسکیں اور یہ معاملہ چاردیواری سے نکل کر عدالت کے حدود اور قاضی کے دفتر تک پہنچ جائے تو اب اس میں زوجین کے علاوہ ایک تیسرا فریق (قاضی/جج) بھی شامل ہوگا۔حکمِ الٰہی کا مطلب یہ ہوا کہ اگر زوجین باہمی رضامندی سے آپس میں خلع کا فیصلہ نہ کرسکیں تو انہیں عدالت کی طرف رجوع کرناچاہیئے تاکہ اس معاملے کا کوئی حل نکل آئے۔اس بات کی تائید حضرت ثابت بن قیسؓ کی حدیث اور دورِ خلفائے راشدین میں پیش آئے ہوئے ان مقدمات سے ہوتاہے جن میں آپ ﷺ اور خلفائے راشدین کے پاس عورتیں خلع کے مقدمات لیکر آئی تھیں اور آپ علیہ السلام اور ان کے اصحابؓ نے ان مقدمات

میں شوہروں کی رضامندی جانے بغیر انہیں طلاق جبکہ عورتوں کو مہر لوٹانے کا پابند ٹھرایا تھا۔

دوسری بات یہ ہے کہ ثابت بن قیسؓ کو آپ علیہ السلام نے کوئی مشورہ یا صلاح نہیں دیا تھا بلکہ آپ علیہ السلام کی طرف سے حکم اور قضاء تھا:

امام قرطبیؒ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں: کہ ثابتؓ کی بیوی اپنے شوہر سے نفرت کرتی تھی اور ثابتؓ اس سے شدید محبت کرتا تھا لیکن آپ علیہ السلام نے خلع کے ذریعے ان میں جدائی کر دی۔

اگر یہ آپ ﷺ کی طرف سے مشورہ یا صلاح ہوتا تو ثابتؓ نے یوں بلا چوں وچرا آپؐ کا یہ فیصلہ قبول کرنے سے پہلے ایک بار تو آپ ﷺ سے کچھ پوچھتے یا اپنی خواہش اور محبت کا اظہار کرتے۔ اسی طرح کا ایک مقدمہ حضرت بریرۃؓ اور ان کے شوہر حضرت مغیثؓ کا جب آپ ﷺ کے سامنے پیش ہوا تھا وہاں آپ علیہ السلام نے حضرت بریرۃؓ سے فرمایا: بریرہ! مغیث کے ساتھ رہو یہ آپ کے بچے کا باپ ہے (مغیثؓ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ مدینہ کی گلیوں میں حضرت بریرۃؓ کی پیچھے پیچھے چلتے اور اتنا روتے کہ ان کے آنسوں سے چہرہ تر ہوتا، ان کی محبت دیکھ کر آپ ﷺ نے ان کی سفارش بھی ان کی زوجہ بریرۃؓ کی سے کی تھی) تو بریرۃؓ نے پوچھا: یارسول اللہ یہ حکم ہے یا سفارش؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں صرف سفارش کر رہا ہوں اس پر حضرت بریرۃؓ نے کہا تھا: یارسول اللہ پھر میرے پاس اختیار ہے میں مزید ان کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی۔[31]

جو حضرات عدالتی خلع میں شوہر کی رضامندی کو ضروری سمجھتے ہیں ان کے نزدیک بھی وہ تمام احادیث صحیح ہیں جن میں خلع کے مقدمات لئے ہوئے عورتوں نے قاضی اور عدالت کی طرف رجوع کیا ہے۔ اب ان عورتوں نے قاضی کی طرف کیوں رجوع کیا؟ کیا قاضی اس مسئلے میں شوہر کی رضامندی کے بغیر بالکل بے اختیار ہے؟ اگر قاضی شوہر کے بغیر خلع کی ڈگری جاری نہیں کر سکتا تو پھر قاضی کی طرف رجوع کرنے کا کیا فائدہ ہے؟ اس حوالے سے مولانا مودودیؒ لکھتے ہیں:

"نبی کریم ﷺ اور خلفائے راشدین کے پاس خلع کے دعوے لیکر عورتوں کا آنا اور آپ کا ان کی سماعت کرنا خود اس بات کی دلیل ہے کہ جب زوجین میں خلع پر راضی نامہ نہ ہو سکے تو عورت کو قاضی کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ اب اگر فی الواقع قاضی اس معاملے میں صرف سماعت کا اختیار رکھتا ہو، مگر مرد کے راضی نہ ہونے کی صورت میں اس سے اپنا فیصلہ منوانے کا اقتدار نہ رکھتا ہو تو قاضی کو مرجع قرار دینا سرے سے فضول ہی ہو گا کیونکہ اس کے پاس جانے کا نتیجہ بھی وہی ہے جو نہ جانے کا ہے۔[32]

لہٰذا عورتوں کا آپ ﷺ کے پاس آنا اور آپ ﷺ اور ان کے اصحاب کا امر کے صیغوں کا استعمال کر کے ان کے درمیان تفریق کرنا اور شوہروں کا بغیر سوال کئے فیصلے پر مِن وعَن عمل کرنا اس بات کی دلیل اور نشاندہی ہے کہ قاضی خلع کے معاملے میں زوجین میں تفریق اور جدائی کرانے میں مکمل اختیار رکھتا ہے۔

**(دلیل دوم)**

فيما افتدت به (اس مال میں جو عورت بطورِ فدیہ دے) مفتی تقی عثمانی صاحب علامہ ابن قیمؒ کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"خلع" ایک عقدِ معاوضہ ہے جس میں فریقین کی باہمی رضامندی ضروری ہے۔ اس لئے کہ فدیہ عربی زبان میں اس مال کو کہا جاتا ہے جو جنگی قیدیوں کو چھڑانے کے لئے پیش کیا جاتا ہے۔ اس مال کو پیش کرنا افتداء اور قبول کرنا فداء کہلاتا ہے۔([33])

تقی عثمانی صاحب مزید لکھتے ہیں: یہ معاملہ بالاتفاق عقدِ معاوضہ ہے جس میں فریقین کی رضامندی لازمی شرط ہے اور کوئی فریق دوسرے کو اس پر مجبور نہیں کر سکتا۔[34]

زاد المعاد میں ابن قیمؒ لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے جو 'خلع' کا نام 'فدیہ' رکھا ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس میں معاوضہ کے معنی پائے جاتے ہیں۔ اور اسی لئے اس میں زوجین کی رضامندی کو لازمی شرط قرار دیا گیا ہے"۔

وفي تسميته سبحانه الخلع فدية، دليل على أن فيه معنى المعاوضة، ولهذا اعتبر فيه رضى الزوجين[35]

**جوابِ دلیل:**

یہ استدلال کہ یہاں 'فدیہ' کا ذکر ہے اور فدیہ چونکہ ایک عقدِ معاوضہ ہے جس میں جانبین کی رضا شرط ہوتی ہے۔ اسی طرح "خلع" بھی فدیہ کی طرح ایک عقدِ معاوضہ ہے (کیونکہ اس میں ایک فریق طلاق دیتا ہے اور دوسرا فدیہ یعنی مہر) لہٰذا اس میں بھی فریقین کی رضا شرط ہوگی کسی ایک کی خواہش پر عدالت جدائی کا فیصلہ نہیں کر سکتی جب تک کہ فریقِ ثانی راضی نہ ہو۔

جواب یہ ہے کہ ضروری نہیں ہے کہ ہر جگہ فدیہ میں جانبین کی رضا شرط ہو۔ اس بات پر دلیل قرآنِ کریم کی وہ آیت ہے جو ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو کفر کی حالت میں دنیا سے گئے ہیں اور اب وہ عذابِ خداوندی سے بچنے کے لئے فدیہ دینے کی خواہاں ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

إنّ الذين كفروا وَمَاتُوا وهم كفار فلن يُقبَل مِن أَحدِهم ملء الأرض ذَهبا ولوِ افتدى به [36]

بے شک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور اسی حالتِ کفر میں مر گئے اگر وہ (عذابِ الٰہی سے بچنے کے لئے) زمیں بھر کر سونا فدیہ میں پیش کریں تو ان سے ہر گز یہ قبول نہیں کیا جائے گا۔

اس آیت میں بھی وہی لفظ ''فدیہ'' کا ذکر ہے جو آیتِ خلع میں مذکور ہے۔ یہاں ایک جانب (کفار) سے بخوشی ورضا فدیہ دینے کا ذکر ہے جبکہ دوسری جانب (اللہ تعالی) سے عدمِ رضامندی کا اعلان ہے لہٰذا آیتِ خلع میں لفظِ فدیہ اور افتداء سے جانبین کی رضامندی والا معنیٰ نکالنا کہ خلع میں میاں بیوی میں سے ہر ایک کی رضا شرط اور ضروری ہو گی ٹھیک نہیں ہے۔

لہٰذا ضروری نہیں ہے کہ عقدِ خلع میں جانبین کی رضا شرط اور ضروری ہو، عدالت اگر مناسب سمجھے تو شوہر کی عدمِ رضامندی کے باوجود میاں بیوی میں تفریق کر سکتا ہے۔

## (دلیلِ سوم)

**فلاجناح علیهما** (تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں)

مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں: ''قرآن کے یہ الفاظ بھی خاص قابلِ غور ہیں۔ معمولی غوروفکر سے یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ یہ الفاظ اپنے ضمن میں شوہر اور بیوی دونوں کی رضامندی کا واضح مفہوم رکھتے ہیں''۔[37]

## جوابِ دلیل:

یہ ضروری تو نہیں کہ جہاں دو افراد کا ذکر ایک ساتھ ہو وہاں دونوں ہی مقصود ہوں۔ ہو سکتا ہے یہاں صرف بیوی مراد ہو۔ اب یہ سلسہ بحث طلاق کا چل رہا تھا اور طلاق میں چونکہ میاں بیوی دونوں شامل ہوتے ہیں اس لئے مرد کا ذکر ضمناً کر دیا گیا۔ قرآنِ کریم میں اس کے کئی ایک مثالیں موجود ہیں:

قصہ موسیٰؑ وخضرؑ میں ذکر ہے کہ جب حضرت موسی علیہ السلام سفر میں تھے اور ساتھ ایک نوجوان بھی تھا ایک مقام پر پہنچ کر وہ نوجوان مچھلی بھول گیا تو اللہ تعالی نے بھولنے کی نسبت دونوں کی طرف کر دی: فَنسِيا حوتهُما۔ وہ دونوں مچھلی بھول گیئے۔

ابن کثیرؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''نسیان کی نسبت دونوں کی طرف کی گئی ہے اگرچہ بھولنے والا صرف یوشع تھا موسیٰؑ نہیں''۔

وَنُسِبَ النِّسْيَانُ إِلَيْهِمَا وَإِنْ كَانَ يُوشَعُ هُوَ الَّذِي نَسِيَهُ[38]

اسی طرح سورۃ رحمان میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

يَخرج منهما اللؤلؤ والمرجان[39]

ان سمندروں میں سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں۔ منهُما سے مراد میٹھا اور کھارا دونوں طرح کے پانی ہیں حالانکہ موتی اور مونگے تو صرف کھاری پانی سے نکلتے ہیں (ایک قول کے مطابق) پھر کھاری کے ساتھ میٹھے کا ذکر کیوں کیا؟

لہٰذا ضروری نہیں ہے کہ جہاں ایک صیغے میں دو بندوں یا دو چیزوں کا ذکر ہو وہ دونوں ہی مراد ہو۔ یہی بات آیتِ خلع میں بھی ہے جہاں فلاجُناح علیهِما میں ذکر تو زوجین کا ہے لیکن مقصود صرف عورت ہے۔

## (دلیل چہارم)

**حضرت ثابت بن قیسؓ کی حدیث ہے:** ان کی استدلال حضرت ثابت بن قیسؓ کی زوجہ کے واقعے کہ یہ الفاظ ہیں: اَتُردّینَ علیهِ حدیقَتَه (کیا تم اسے اس کا باغ واپس کردو گی) اور أقبِلِ الحدیقةَ و طلِّقها تطلیقةً (باغ واپس لے لو اور اس کو طلاق دے دو)۔

احناف علماء کہتے ہیں: اگر خلع زوجین کی رضامندی کے بغیر ہوتا تو آپ ﷺ کو حضرت ثابتؓ اور ان کی بیوی سے سوال جواب کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ آپ علیہ السلام خود زوجین میں تفریق کرسکتے تھے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ یہ آپ ﷺ کا حضرت ثابت بن قیسؓ کو حکم نہیں بلکہ مشورہ تھا۔ علامہ ابن الحجر عسقلانیؒ اس حوالے سے فتح الباری میں لکھتے ہیں:

یہ صلاح ومشورہ تھا حکم نہیں۔

هو أمر إرشاد وإصلاح لا إيجاب[40]

آپ ﷺ نے جب دونوں میاں بیوی کو بلاکر ان سے بات چیت کی ہے تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ آپ علیہ السلام نے اس فیصلے میں شوہر کی رضامندی کا خاص خیال رکھا ہے ورنہ حضرت ثابت کو بلاکر ان سے بات چیت کی ضرورت نہیں تھی بس آپ ﷺ حکم فرماتے اور تفریق واقع ہوجاتی۔

## جوابِ دلیل:

حضرت ثابت بن قیسؓ کی زوجہ کے واقعے میں آپ ﷺ نے امر کے صیغوں کا استعمال کیا ہے: طلِّقها (طلاق دے دو) خُذها (پکڑو) خلِّ سبیلَهاُ (اس کا راستہ چھوڑ دو) اور اصولِ فقہ کا قاعدہ ہے: کہ امر وجوب پر دلالت کرتا ہے کیونکہ امر وجوب ولزوم کے معنی میں حقیقی ہے اور باقی معنوں میں مجازی۔ جب تک کوئی قرینہ ایسا نہ ہو جو امر کے مجازی معنی میں استعمال کے متقاضی ہو تب تک امر اپنے حقیقی معنی میں مستعمل ہوگا۔ لہٰذا یہاں امر وجوب کے لئے تھا ہر حال میں اس پر عمل لازم تھا جو اس وقت کیا گیا۔

إن موجبه الوجوب إلا إذا قام الدليل على خلافه[41]

دوسری بات یہ ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت ثابت کو طلاق کا حکم بحیثیتِ قاضی وحاکم دیا ہے نبی اور مرشِد کی حیثیت سے نہیں۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو آپ ﷺ حضر ثابت کو بلاکر ان سے مشورہ کرتے۔ آپ ﷺ کا براہِ راست

طلاق کا حکم دینے کا مطلب ہی یہ ہے کہ اس میں حضرت ثابت بن قیسؓ کے لئے کوئی اختیار نہیں ہے تبھی تو حضرت ثابتؓ نے فوراً اس پر عمل کیا ہے۔

ابن کثیرؒ نے ابن عباسؓ کی روایت سے جو حدیث نقل کی ہے اس میں تو صراحتاً: فَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا (42) (آپ ﷺ نے ثابت اور اس کے بیوی کے درمیان تفریق کر دی۔) کے الفاظ مذکور ہیں۔ آپ ﷺ کی تفریق کا مطلب یہ ہے کہ اس میں حضرت ثابتؓ کے لئے کوئی اختیار نہیں تھا۔

## ترجیح:

عدالتی خلع کے حوالے سے احناف سخت موقف رکھتے ہوئے اسے شوہر کی رضامندی کے بغیر بالکل غیر شرعی متصور کرتے ہیں خاص کر پاکستان میں علمائے دیوبند اسے شریعت کی روح سے متصادم قرار دیتے ہیں اور کسی بھی صورت عدالت کو یہ اختیار دینے کی حق میں نہیں ہیں۔

اس سلسلے میں علمائے دیوبند کے مختلف فتاویٰ کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے مثلاً **فتاویٰ دارالعلوم دیوبند** میں ایک استفتاء کے جواب میں لکھا گیا ہے کہ:

"خلع ہو یا طلاق شوہر کی رضامندی کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا اور شرعاً ایسی کوئی صورت نہیں ہے کہ بدونِ طلاق دینے شوہر کے یا بدونِ خلع کرنے کے عورت اس کے نکاح سے خارج ہو جائے پس جس طرح ہو شوہر کو مجبور کیا جائے کہ خلع کر لے یا طلاق دے دے"43

اسی طرح **احسن الفتاویٰ** میں مفتی رشید احمد لدھیانویؒ ایک استفتاء کا جواب دیتے ہوئے آخر میں لکھتے ہیں:

"اس پر امت کے تمام مجتہدین کا اجماع ہے کہ خلع زوجین کی باہمی رضامندی پر موقوف ہے حاکم خلع پر مجبور نہیں کر سکتا"۔44

عدالتی خلع میں شوہر کی رضامندی کو ضروری قرار دینے کا آسان لفظوں میں مطلب یہ ہو گا کہ متأثرہ خاتون کے سامنے صرف دو راستے ہیں: کسی بھی طرح کر کے خاوند کو خلع پر راضی کرے جو کہ ایک ناممکن سی بات نظر آتی ہے ان جیسے حالات میں۔ اور یا موت تک اس خاوند کے ساتھ رہیں چاہے وہ گھر اس عورت کے لئے دنیا میں ہی جہنم کیوں نہ ہو۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا اس طرح ایک عورت اپنے شوہر کے ساتھ نفرت کے باوجود مجبوراً رہتے ہوئے حدود اللہ کو قائم رکھ سکے گی؟ کیا اپنے مجازی خدا کے ہر حکم کو پورا کر کے اس کے حقوق ادا کر سکے گی؟ اور کیا عقدِ نکاح جیسی پاکیزہ بندھن سے شریعت کا یہی مقصود ہے؟ ان سب سوالات کے جوابات نفی میں ہیں۔

مقاصدِ شریعت کو اگر دیکھا جائے تو شریعت کا بالکل بھی یہ مقصود نہیں ہے کہ شوہر کو تو ہر طرح کے اختیارات سے مالامال کر دے، وہ جب چاہے اس رشتے کو ختم کر دے۔ اس میں بیوی کی رضامندی کو نہیں دیکھا جاتا جبکہ فریقِ ثانی (بیوی) کو بالکل بے بس اور لاچار کر دے یا اگر اسے اختیارات سے نوازا بھی ہے تو وہ دوسروں کی رضا اور غبت پر منحصر ہیں۔ کیا یہی شریعت کا مقصود ہے؟ بالکل بھی نہیں۔ شوہر کی طرح بیوی کو بھی یہ حق حاصل ہونا چاہئے بلکہ شریعت نے خلع کی صورت میں یہ حق دی بھی ہے کہ جب عورت کو لگے کہ یہ رشتہ مزید جاری نہیں رکھا جاسکتا تو اسے علحدگی کا پورا حق ہے۔ اب اگر اس حق کو بھی شوہر کی رضامندی سے مشروط کیا جائے تو پھر شریعت کا عورت کو اس حق سے نوازنے کا مقصد ہی کیا ہے؟

لہٰذا فقہ مالکی کے مطابق زوجین میں اختلاف کی صورت میں حکمین مقرر کیئے جائیں گے وہ پہلے مصالحت کی کوشش کرینگے اور ناکامی کی صورت میں زوجین کے درمیان تفریق کرائینگے۔ اسی طرح کا ایک مقدمہ امام قرطبیؒ نے اپنے تفسیر میں امام نسائی کی روایت سے نقل کیاہے: خلیفہ سوم حضرت عثمان غنیؓ کے زمانے میں عقیلؓ بن ابی طالب اور فاطمہؓ بنتِ عتبہ میں اختلاف پیدا ہوا تھا جو کہ دونوں میاں بیوی تھے۔ فاطمہؓ حضرت عثمانؓ کے پاس شکایت لیکر آگئی آپؓ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کو بطورِ حکمین بھیجا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے کہا: لأ فرقن بينهما یعنی میں ضرور ان کے درمیان تفریق کروں گا جبکہ حضرت امیر معاویہؓ نے کہا: ما كنت لا فرق بين شيخين من بني عبد مناف میں عبدِ مناف کے دو بزرگ خاندانوں میں تفریق نہیں کر سکتا۔ جب حکمین آئے تو انہوں نے صلح کیا تھا۔

رواه النسائي أن عقيل بن أبي طالب تزوج فاطمة بنت عتبة بن ربيعةفكان إذا دخل عليها تقول: يا بني هاشم، والله لا يحبكم قلبي أبدافجاءت عثمان فذكرت له ذلك، فأرسل ابن عباس ومعاوية، فقال ابن عباس: لا فرقن بينهما، وقال معاوية: ما كنت لا فرق بين شيخين من بني عبد مناف. فأتياهما فوجدا هما قد سدا عليهما أبوابهما وأصلحا أمرهم [45]

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی اس حوالے سے لکھتے ہیں: "قاضی کی حیثیت واعظ اور محض اخلاقی اپیل کرنے والی ناصح کی نہیں ہے بلکہ اس کا منصب یہ ہے کہ جو لوگ وعظ و نصیحت کی زبان سمجھنے پر آمادہ نہ ہوں ان کے لئے قانون اور اختیارات کی تلوار استعمال کی جائے۔ لہٰذا اگر قاضی کے مقرر کردہ حکمین کو اختیار حاصل نہ ہو تو قرآن کا قاضی کو مخاطب بنانا اور قاضی ہی کی طرف سے حکمین کی تقرری ایک بے معنی بات ہو گی۔ اس لئے قضاۃ اور حکام سے خطاب بجائے خود اس بات کا ثبوت ہے کہ اس مسئلہ میں قاضی کے نمائندہ کو فیصلہ کن حیثیت حاصل ہونی چاہیئے وہ چاہے تو مصالحت کرادے یا اپنی صوابدید پر علیحدگی کر دے"۔[46]

لہٰذا عدالتی خلع کے حوالے سے مالکی مذہب راجح ہے۔ خالد سیف اللہ رحمانی اس حوالے سے لکھتے ہیں: "ہمارے زمانے میں جہالت اور احکامِ شرع سے بے خبری اور اس کی وجہ سے ازدواجی زندگی میں ظلم و ستم اور اختلاف کی روشنی میں

اگر اس مسئلہ میں فقہائے مالکیہ کی رائے قبول کرلی جائے تو شاید مناسب ہو"[47]۔ اور یہی رائے اکثر فقہائے کرام: مثلاً امام اوزاعی، امام شعبی، امام اسحاق، نخعی، طاؤس، ابو سلمہ، ابراہیم، مجاہد اور امام شافعیؒ کی ہے۔ اور صحابہ میں حضرت علی، حضرت عثمان اور عبداللہ ابن عباسؓ سے بھی یہ مسلک نقل کیا گیا ہے۔[48]

## خلاصہ وتتمہ:

میاں بیوی کا رشتہ الفت ومحبت پر مبنی رشتہ ہے۔ اور یہ رشتہ تمام رشتوں کے لئے سردار کی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ باقی تمام رشتوں کی بنیاد اور اساس یہی رشتہ ہے۔

میاں بیوی میں گھریلو ناچاقیاں ہر گھر کی کہانی ہوتی ہیں۔ کچھ کہانیاں تو گھر ہی گھر میں ختم ہو جاتی ہیں جبکہ کچھ کہانیاں خلع کی صورت میں عدالت کے احاطے میں آجاتی ہیں:۔ عدالت میں مقدمہ خلع کے آنے کے بعد علماء دو گروہوں میں بٹ جاتے ہیں۔ کچھ علمائے کرام عدالتی خلع میں شوہر کی رضامندی کو ضروری سمجھتے ہیں جن میں سر فہرست فقہائے احناف ہیں۔ ان کے نزدیک دونوں کی رضامندی ضروری ہوگی، کسی ایک کی مرضی کے خلاف فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔

ان کے علاوہ فقہائے مالکیہ کے نزدیک گھریلو ناچاقیوں کی صورت میں جب عورت علیحدگی کا مطالبہ کرے اور شوہر خلع دینے پر راضی نہ ہو تو اس صورت میں قرآنی حکم کے مطابق حکمین یا عدالت زوجین کے درمیان تفریق کا مکمل اختیار رکھتے ہیں۔۔ وہ اپنے اس فیصلے میں شوہر کی رضامندی کے محتاج نہیں ہیں۔ حضرت ثابت بن قیس کی زوجہ کے مقدمہ میں آپ علیہ السلام نے حضرت ثابت کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنی زوجہ کو طلاق دیدے! سو انہوں نے طلاق دے دیا تھا۔

## تجاویز وسفارشات:

- 2002ء میں عائلی قوانین میں ترمیم کے بعد عدالت بے شک خلع کے مقدمات تیز رفتاری سے نمٹائیں لیکن پہلا ہدف زوجین کی مصالحت ہو اس کے لئے ایک سے زیادہ مرتبہ کوشش کرنی چاہیئے۔
- جج اور مدعی دونوں کو خلع اور فسخِ نکاح کے حوالے سے تعلیم دینے کی ضرورت ہے تاکہ ان میں ان دونوں کو فرق واضح ہو اس سے فیصلہ کرنے میں جج کے لئے بھی آسانی ہوگی اور عورت بھی خوار نہیں ہوگی۔
- وکلاء کی تربیت کی اشد ضرورت ہے جو اپنے چیمبر میں تو سچ سچ بولو کا رٹ لگائے رہتے ہیں جبکہ عدالت میں جج کے سامنے مدعی کو سچ بولنے سے منع کرتے ہیں
- زوجین کو چاہئے کہ گھریلو اختلافات پہلے تو آپس میں مل بیٹھ کر حل کریں۔ اگر ایسا ممکن نہ ہو تو دو عقلمند، ہوشیار اور خیر خواہ لوگوں کے سامنے اپنا مسئلہ رکھیں اگر یہاں سے بھی مسئلہ حل نہ ہو سکے اس کے بعد عدالت کا رخ کریں۔
- عدالت کو بھی چاہئے ایسے حساس معاملات کو جلدی نمٹانے کے بجائے اس کی تہہ

تک رسائی کے بعد پہلے تو حکمین کے ذریعے مصالحت کی کوشش کریں اگر مصالحت کی کوئی راہ نہ نکلتی ہو تو اس کے بعد خلع کی ڈگری جاری کریں۔

○ حکومت کی زیرِ نگرانی ہر فورم پر طلاق و خلع کی حوصلہ شکنی کی جائے۔

## مصادر و مراجع


[1] :ابن منظور، محمد بن مکرم الافریقی، المتوفی 711ھ، لسان العرب، دار صادر بیروت، جلد 8، صفحہ 76

[2] :سورۃ طہ 20،12

[3] :جمال الدين أبو الفرج عبد الرحمن بن علي بن محمد الجوزي (المتوفى: 597هـ) غريب الحديث (دار الكتب العلمية، بيروت لبنان) جلد 1 صفحہ 296

[4] :زين الدين بن إبراهيم بن محمد، المعروف بابن نجيم المصري (المتوفى: 970هـ) البحر الرائق شرح كنز الدقائق (دار الكتاب الإسلامي) جلد 4، صفحہ 77

[5] :شمس الائمہ محمد بن احمد السرخسی، (المتوفی 483ھ) المبسوط، (دار المعرفة، بيروت، 1414ھ-1993) جلد 6 صفحہ 173

[6] :ابو عبد اللہ، محمد بن ادریش الشافعی، المتوفی (204ھ) الأم (دار المعرفة-بيروت سنة النشر: 1410هـ/1990م) جلد 5 صفحہ 211

:ابوذکریا، محی الدین النووی، (المتوفی 676ھ) المجموع شرح المہذب، دار الفکر، جلد 17 صفحہ [7] 3

[8] :شمس الدين محمد بن عبد الله الزركشي الحنبلي (المتوفى: 772هـ) شرح الزركشي (دار العبيكان، الطبعة: الأولى، 1413هـ-1993م) جلد 5 صفحہ 355

[9] :منصور بن یونس بن صلاح الدین ابن حسن بن إدريس البهوتي الحنبلي (المتوفى: 1051هـ) كشاف القناع عن متن الاقناع (دار الكتب العلمية) جلد 5، صفحہ 212

[10] :ابو عبد اللہ محمد بن احمد القرطبي، الجامع لاحکام القران تفسير القرطبي، تحقيق احمد البردوني وابراهيم اطفيش (دار الكتب المصرية، القاهرة، 1964ء) ج 5، ص 176

[11] :عمر بی بی بنام محمد دین۔ اے۔ آئی۔ آر۔ سنہ 1945 لاہور 51

[12] :سعیدہ خانم بنام محمد مسیح۔ پی ایل ڈی سنہ 1953، لاہور 113

[13] :بلقیس فاطمہ بنام نجم الاکرام۔ پی ایل۔ ڈی سنہ 1959ء لاہور 566

[14] :خورشید بیگم بنام محمد امین۔ پی ایل ڈی سنہ 1967 سپریم کورٹ 97

Section 12, The west Pakistan family courts act 1964.: [15]

[16] : محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع الصحیح البخاری، کتاب الطلاق باب الخلع وکیفیۃ الطلاق فیہ، الناشر: دار طوق النجاۃ، 1422ھ، جلد7, صفحہ246

[17]: ابو جعفر، محمد بن جریر الطبری، المتوفی310ھ، الناشر: مؤسسۃ الرسالۃ، 1420ھ، جامع البیان في تأویل القرآن، جلد4، صفحہ 552

[18] : ابوداود، سلیمان بن الاشعث، المتوفی:275ھ، المکتبۃ العصریۃ، بیروت، سنن ابی داوود، جلد2، صفحہ 268

[19] : ابو جعفر، محمد ابن جریر الطبری (المتوفی310ھ) مؤسسۃ الرسالۃ، 1420ھ-2000م، جامع البیان في تأویل القرآن، جلد4، صفحہ553

[20]: ابو عبد اللہ، احمد بن محمد بن حنبل، المتوفی 241ھ، مؤسسۃ الرسالۃ مسند الإمام أحمد بن حنبل، جلد26، صفحہ17

ایضاً: أبو عبد اللہ ابن ماجۃ محمد بن یزید القزویني (المتوفی:273ھ) دار إحیاء الکتب العربیۃ- فیصل عیسی البابي الحلبي, سنن ابن ماجہ جلد1 صفحہ663

[21]: أبو علي، أحمد بن محمد بن إسحاق الشاشي (المتوفی:344ھ) دار الکتاب العربي-بیروت، أصول الشاشي، فصل فی الامر، ص120

[22]: أبو بکر، أحمد بن الحسین بن علي البیهقي (المتوفی:458ھ) السنن الکبری (دار الکتب العلمیۃ، بیروت-لبنان1424ھ-2003م، باب الوجہ الذی تحل بھا الفدیہ، جلد7، صفحہ515

[23]: أبو القاسم محمود بن عمرو بن أحمد، الزمخشري جار اللہ (المتوفی:538ھ) الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل (دار الکتاب العربي -بیروت، 1407ھ) جلد1 صفحہ275

[24]: فتح الباری وعبد الرزاق بحوالہ حقوق الزوجین از مولانا مودودیؒ صفحہ 67، اسلامک پبلیکشنز لمیٹڈ

[25]: أحمد بن الحسین، أبو بکر البیهقي (المتوفی:458ھ) السنن الکبری (دار الکتب العلمیۃ، بیروت1424ھ-2003م) جلد7صفحہ 498

[26]: جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی۔ اسلام میں خلع کی حقیقت۔ (میمن اسلامک پبلشر زلیاقت آباد کراچی) صفحہ 59/60

[27] البقرہ229

[28]: ابو الاعلی مودودیؒ، حقوق الزوجین (اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ شاہ عالم مارکیٹ لاہور) صفحہ74

[29]: جمال الدین أبو الفرج عبد الرحمن بن علي بن محمد الجوزي (المتوفی:597ھ) زاد المسیر في علم التفسیر (دار الکتاب العربي- بیروت، 1422ھ) سورۃ البقرۃ229، جلد1, صفحہ203

[30]: قرطبی أبو عبد اللہ محمد بن أحمد، (المتوفی:671ھ) الجامع لأحکام القرآن (دار الکتب المصریۃ- القاهرۃ1384ھ-1964م) سورۃ البقرۃ229، جلد3 صفحہ318،

[31]:ابن ماجة، أبو عبد الله محمد بن يزيد القزويني (المتوفى: 273ھ) سنن ابن ماجہ (دار إحياء الكتب العربية) باب خيار الأمة اذا اعتقت، جلد1، صفحہ 671

[32]: ابوالاعلی مودودیؒ، حقوق الزوجین (اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ شاہ عالم مارکیٹ لاہور) صفحہ 75

[33]: جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی۔ اسلام میں خلع کی حقیقت۔ (میمن اسلامک پبلشرز لیاقت آباد کراچی) صفحہ 22

[34]: ایضا

[35]:ابن قيم، محمد بن أبي بكر الجوزية (المتوفى: 751ھ) زاد المعاد (مؤسسة الرسالة، بيروت- مكتبة المنار الإسلامية، الكويت، 1415ھ-/1994م) فصل في حكم الرجعة من الخلع في العدة، جلد5، صفحہ 178

[36]: آلِ عمران 3: 91

[37]: جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی۔ اسلام میں خلع کی حقیقت۔ (میمن اسلامک پبلشرز لیاقت آباد کراچی) صفحہ 21

[38]: ابن كثير، أبو الفداء إسماعيل بن عمر، (المتوفى: 774ھ) تفسير القرآن العظيم (ابن كثير) سورة الكهف 61:18

[39]: سورۃ الرحمٰن 55: 22

[40]: ابن حجر العسقلاني الشافعي، فتح الباري شرح صحيح البخاري، دار المعرفة- بيروت، 1379، جلد9، ص400

[41]: أبو علي، أحمد بن محمد بن إسحاق الشاشي (المتوفى: 344ھ) دار الكتاب العربي- بيروت، أصول الشاشي، فصل في الامر، ص120

[42]: ابن كثير، أبو الفداء إسماعيل بن عمر، (المتوفى: 774ھ) تفسير القرآن العظيم (ابن كثير) جلد1 صفحہ 616، سورة البقرة 229

[43]: مجموعہ مصنفین، فتاویٰ دار العلوم دیوبند، کتاب الطلاق، باب الخلع (کراچی دار الاشاعت) جلد10، صفحہ 177

[44]: مفتی رشید احمد، احسن الفتاویٰ۔ کتاب الطلاق، باب الخلع، (کراچی ایچ ایم سعید کمپنی 1425ھ، جلد5، صفحہ 583

[45]: قرطبی أبو عبد الله محمد بن أحمد، (المتوفى: 671ھ) الجامع لأحكام القرآن (دار الكتب المصرية- القاهرة 1384ھ-1964م) سورة النساء 4:35، جلد5، صفحہ 175

[46]: مولانا خالد سیف اللہ رحمانی (صدر مدرسہ دار العلوم سبیل السلام حیدر آباد دکن) جدید فقہی مسائل (زمزم پبلشرز نزد مقدس مسجد اردو بازار کراچی، جون 2010) جلد سوم صفحہ 126/27

[47]: مولانا خالد سیف اللہ رحمانی (صدر مدرسہ دار العلوم سبیل السلام حیدر آباد دکن) جدید فقہی مسائل (زمزم پبلشرز نزد مقدس مسجد اردو بازار کراچی، جون 2010) جلد سوم صفحہ 130

[48]: فقه السنة 2/276 -- المغني 7/244